ماحولیاتی تنقید اور منیر نیازی کی شاعری

Eco-Criticism In The Poetry Of Muneer Naizi

محمد بشارت، پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد
Muhammad Basharat, Ph.D Scholar,
Dept. of Urdu, NUML, Islamabad

ڈاکٹر نعیم مظہر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد
Dr. Naeem Mazhar, Associate Professor
Dept. of Urdu, NUML, Islamabad

Abstract

This research paper aims to highlight the different aspects of Ecocriticism in the poetry of Munir Niazi. The top 11 poetry books of Munir Niazi are selected to analyses the key features of Ecocriticism. The study reveals that Munir Niazi is the poet who reflected his environment, his surroundings and the natural scenes around him more than any of his contemporary poets. The diction and theme of his poetry is very much in accordance with the topic under discussion. The poetry of Munir Niazi is truly a valuable document on Ecocriticism. Munir Niazi is a leading poet in Urdu language who served the topic in an efficient way.

Key words: Western Literature, Promotes, Culture, Philosopher, Movement, Reflected, Natural.

کلیدی الفاظ: ماحولیاتی تنقید، انسانی طبعی ماحول، دیہاتی علاقہ، پہاڑیاں، کھیت، گلیشیئر کا پگھلنا

ماحولیاتی تنقید مغرب سے آنے والے ادبی تنقیدی موضوعات میں ایک جدید تنقیدی موضوع ہے جسے انگریزی میںEcocritisim کا نام دیا گیا ہے۔ یہ موضوع بنیادی طور پر انسانی طبعی ماحول اور ادب کے درمیان تعلق کے مطالعہ کا نام ہے۔ الیاس بابر ایوان، شیری گلڈٹ فیلٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> سادہ معنوں میں ماحولیاتی تنقید، ادب اور طبعی ماحول کے بین تعلق کا نام ہے"۔(۱)

ماحولیاتی تنقید کے تصور کی ابتدا1970 کے بعد ہوئی جب مغربی ادبی کی ایسوسی ایشن (WLA) نے ایک اجلاس میں اس امر کی جانب توجہ دلائی اور اسے ایک ادبی اور تنقیدی موضوع کے حوالے سے ایک تجربہ قرار دیا۔ اس سے قبل امریکہ میں تین اہم لکھاریوں نے اس حوالے سے نمایاں خدمات سرانجام دیں ہیں جن میں رالف والڈ ایمرین(1803-1883)، مارگریٹ فُلر (1810-1850)اور ہنری ڈیوڈ تھورے (1813-1862)شامل ہیں۔ ان کی تحریروں سے ادب میں فطرت اور فطری ماحول کی عکاسی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

بنیادی طور پر ماحولیاتی تنقید درج ذیل چار موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔

پہلا علاقہ /خطہ /بیابانی، دوسرا علاقہ /خطہ /شاندار مناظر، تیسرا علاقہ / خطہ / دیہاتی علاقہ ، چوتھا علاقہ / خطہ /گھریلو دل فریب مناظر

پہلے موضوع میں "بیابانی" نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں صحرا، سمندر، ویرانے وغیرہ کے حوالے سے ادب کو تنقیدی زاویہ نگاہ فراہم کیا جاتا ہے۔

دوسرے موضوع میں شاندار مناظر مثلاً جنگلات، جھیلیں، پہاڑیاں، اونچی چوٹیاں، آبشار ہی وغیرہ کو برتا جاتا ہے۔

تیسرے موضوع میں دیہاتی علاقوں مثلاً پہاڑیاں، کھیت، جنگل، وغیرہ کی بات ہوتی ہے۔ اور چوتھے موضوع میں گھریلو دل فریب مناظر یعنی پارک، باغیچے، گھاس کی طویل پٹیاں وغیرہ زیر بحث لا کر پرکھا جاتا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی، گلوبل وارمنگ، اوزون کی تہہ زمین کی اندرونی ساخت کی تبدیلیاں، گلیشیئر کا پگھلنا، اور اس طرح کے دیگر مسائل نے عالمی ادب کے ساتھ ساتھ اُردو ادب کو بھی ایک فکری زاویہ بخشا ہے۔ اور بالخصوص شاعری میں اس موضوع کو بطور خاص برتا جاتا رہا ہے۔

اس حوالے سے منیر نیازی کی شاعری ایک ایسی شاعری ہے جس نے نظم اور غزل دونوں حوالوں سے ماحولیاتی تناظرات کو بطور موضوع اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔

منیر نیازی جدید دور کا نمائندہ شاعر ہے۔ منیر نیازی نے غزل اور نظم دونوں اصناف میں کمال کی تخلیقات کی ہیں۔ منیر نیازی کی شاعری کا ایک منفرد ماحول ہے اس ماحول میں ہوا، تیز ہوا، بادوباراں، کھڑکیوں کو بجاتے ہوا کے جکڑ، شام کے سائے، سایوں سے اُبھرتی صورتیں اور مورتیں، بتوں کے شادیانے بجاتی ہوا۔ بڑے تن آور درختوں کے ڈولتے سائے، ہوا کی سیٹیاں، آسیب، جن بھوت، چڑیلیں، آپ کو سب کچھ ملے گا جو یقیناً ایک شاعرانہ ماحول

سے لگا نہیں کھاتے لیکن اِس سارے ماحول اور اس ماحول کو برت کر جو مجموعی تاثر شاعر نے اپنے کلام میں پیدا کیا ہے اُس کی ندرت نے قاری کو اُس کا شیدائی بنا دیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی رقمطراز ہیں:

"منیر کی شاعری محض مشاہدے کی شاعری نہیں ہے۔ یہ مشاہدات تو اس کے محسوسات کا صرف نظم فراہم کرتے ہیں۔ احساس کا یہ منقش اظہار منیر نیازی کا منفرد اسلوب ہے۔ منیر نیازی کی یہ شاعری آخری سیڑھی کی سمت جانے والوں کے سفر کو آسان اور آسودہ بنا دیتی ہے"۔ [۲]

منیر نیازی نے اپنی شاعری میں ہر موضوع کو اپنے مزاج اور شاعرانہ ماحول میں ڈال کر اچھوتے رنگ میں پیش کیا ہے۔ منیر نیازی کی شعری واردات کا سب سے انوکھا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے خیال پیش کرنے کے لئے خیال جیسا ماحول بھی تخلیق کیا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں منیر نیازی کے تمام کتابوں میں جہاں اُن کے مخصوص مضامین، خیالات، پرکھنے، جانچنے کا موقع ملتا ہے وہیں پر ہمیں منیر نیازی کے مخصوص شاعرانہ ماحول میں اور اُس فضا میں جو اُنہوں نے اپنی تخلیقی سرگرمی کے لیے چن رکھی ہے پر بڑی باریک نظر اور دسترس رکھنی پڑتی ہے۔

ابتدا میں جہاں ہم نے منیر نیازی کی شاعری کی فضا اور ماحول کو زیر بحث لایا ہے اس تمہید کو ہم منیر نیازی کی شاعری کو "ماحولیاتی" عناصر کے لحاظ سے زیر مطالعہ لانا چاہیں گے۔

منیر نیازی کی شاعری میں ماحولیاتی عناصر" کے عنوان کے تحت منیر نیازی کی غزلوں اور اور نظموں دونوں کو زیر مطالعہ لائیں گے۔ اس مطالعہ میں منیر نیازی کی درج ذیل کتابیں شامل ہیں۔

تیز ہوا تنہا پھول،
جنگل میں دھنک،
دشمنوں کے درمیان شام،
ماہِ منیر،
چھ رنگین دروازے،
آغاز زمستاں میں دوبارہ،
ساعتِ سیار،
پہلی بات ہی آخری تھی،
ایک دُعا جو میں بھول گیا تھا۔

سفید دن کی ہوا اور سیاہ شب کا سمندر،
ایک مسلسل۔

شاعری اپنے ماحول کی عکاس ہوتی ہے۔ جبر، استبداد، اور انسانی حقوق کی پامالی کے دَور میں شاعروں کا موضوعِ سخن انسانوں حقوق کی بحالی بن جاتا ہے۔ شاعر اپنے معاشرے کا نمائندہ بن کر اُبھرتا ہے اور اپنی سوچ کے زاویوں سے عوام الناس کو اُٹھ کھڑے ہونے کا شعور اور جذبہ دیتا ہے۔ اِسی طرح شاعر اپنے موضوعات کی تلاش میں جہاں خود تلاشی و خود بینی میں مگن ہوتا ہے وہاں وہ شہد کی مکھی کی طرح ہر بیل بوٹے شجر تک جا کر اپنے مطلب کے رَس چوستا ہے۔

منیر نیازی کی شاعری میں ماحولیاتی عناصر کا ذکر ہم اُن کی کتاب "تیز ہوا تنہا پھول" کے عنوان سے کرتے ہیں۔ ہوا کی سرشاری و تُندی، اکیلے کمزور تنہا پھول پر وحشت و جبر کی صورت میں مسلط ہوتی ہے۔ نازک، تنہا پھول اپنی ہستی کی بقا کے لیے ایک ماحول کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ کتاب کے عنوان میں نازک پھول کو دُھول، گرد، پاؤں میں روندے جانے کا احساس دِلا کر ماحولیاتی عناصر کی طرف توجہ دِلاتا ہے۔ اِسی طرح منیر نیازی کی نظم "بازگشت" میں پیڑ، جھیل، پانی اور ہوا کی لہروں پر تیرتی بازگشت سب ماحولیاتی پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہوئی ایک تخلیق ہے۔

یہ صدا
یہ صدائے بازگشت
بیکراں وسعت کی آوارہ پری
سُست رو جھیلوں کے پار
نم زدہ پیڑوں کے پھیلے بازوؤں کے آس پاس
ایک غم دیدہ پرند
گیت گاتا ہے مری ویران شاموں کے لئے
(تیز ہوا تنہا پھول)

نظم کا مجموعی تاثر، کینوس پر پھیلی ایک تصویر جیسا ہے تصویر میں آواز کی لہروں کو تیرتا ہوا دِکھایا گیا ہے اور آواز پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں میں تیرتی اپنی آوارگی کو لیے آہستہ بہتی جھیلوں کے پار اُترتی ہے۔ جھیلوں کی سُست روی اُن میں پانی کی کمی، اُن کا خشکی کی طرف مائل ہونا بتاتا ہے کہ جھیل مسلسل موسم میں درجہ حرارت بڑھنے کے باعث خشک ہوتی جارہی ہے اور پیڑوں کو غم زدہ بتایا گیا ہے۔ پیڑ جو ماحول کو تازہ ہوا، آکسیجن مہیا کرتے ہیں اُن کا ازلوں

سے ساتھی پرندہ ہے اور وہ بھی غم دیدہ ہے۔ پرندہ کو کاہے کا غم ہے سوکھتے پیڑوں اور خشک ہوتی جھیلوں کا اس سارے منظر نامے میں پھر شاعر خود کو کس طرح فٹ کرتا ہے وہ اِس نظم کا کلائمکس ہے جس میں وہ اپنی ویران شاموں کا ذِکر کرتے ہوئے ان سب عناصر کو گواہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔

یہ نظم مجموعی طور پر ہمارے ماحول کا نوحہ ہے کہ جھیل، پانی و درخت، پرندے اور ہماری شامیں سب ویرانی کا شکار ہیں اور ان میں زندگی کی حرارت برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اپنے اِرد گرد کے ماحول کو صاف ستھرا اور انسان دوست بنایا ہے۔

اِسی طرح ایک اور نظم "برسات" قدرتی اور فطری دُنیا کی نمائندگی کا مطالعہ ہے جس میں شاعر بیرون سے متاثر ہو کر اپنے اندرون میں گم ہو کر کچھ تلاش کرتا ہے اور اس کے ہاتھ حیرانی ہی حیرانی آتی ہے۔ بیرون کا ماحول شور و غل، آندھیوں اور جکڑوں والا ہے اور اس خوف اور ہیئت کی کیفیت میں بھی شاعر بیرون سے کٹ کر اپنی الگ دُنیا بسا کر اُس کے باسیوں سے محوِ کلام ہے۔

آہ! یہ بارانی رات
مینہ، ہوا، طوفان رقصیں صاعقات
شبتیں جہات پہ تیرگی اُڈی ہوئی
ایک سناٹے میں گم ہے بزم گاہ حادثات
آسماں پر بادلوں کے قافلے بڑھتے ہوئے
اور مری کھڑکی کے نیچے کانپتے پیڑوں کے پات
چار سو آوارہ بیلیں
بھولے، بسرے واقعات
جھکڑوں کے شور میں
جانے کتنی دُور سے
سن رھاہوں تیری بات (تیز ہوا تنہا پھول)

قدرتی اور فطرتی زندگی کے مطالع میں منیر نیازی کی نظم "آمدِ شب" ماحولیاتی عناصر پر ایک پہلو کو اُجاگر کرتی ہوئی نظم ہے۔ ڈاکٹر گلشن طارق اس بارے میں لکھتے ہیں:

"منیر نیازی حسن کا، فطرت کا شاعر ہے۔ اپنے مشاہدے اور مشاہدات کی بدولت اُس نے زندگی کی رنگینیوں کو بے حد سادہ الفاظ میں پرو کر شعروں میں باندھ دیا ہے۔ وہ

جھوٹ اور فریب کی دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ زندگی کی سچائیوں کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ وہ قدرت کے حسین نظاروں سے متاثر ہوتا ہے۔ (۳)

دیے ابھی نہیں جلے
درخت بڑھتی تیرگی میں چھپ چلے
پرند قافلوں میں ڈھل کے اُڑ چلے
ہوا ہزار مرگ آرزو کا ایک غم لئے
چلی پہاڑیوں کی سمت رُخ لیے
کھلے سمندروں پہ کشتیوں کے بادباں کھُلے
سوادِ شہر کے کھنڈر
گئے دِنوں کی خوشیوں سے بھر گئے
اکیلی خواب گاہ میں
کسی حسیں نگاہ میں
الم میں لپٹی چاہتیں درودِ شب سے جاگ اُٹھیں
ہے دل کو بے کلی۔ سیاہ رات آئے گی
جلو میں دُکھ کی لاگ کو لیے ہوئے
نگر نگر پہ چھائے گی

اِس نظم میں شامل "ہوا ہزار مرگ آرزو کا ایک غم لئے" میں جہاں "ہوا" قدرتی اور فطرتی دُنیا کے نمائندہ عام کے طور پر پیش ہو رہی ہے وہیں پر یہ "مرگِ آرزو" نارسائی کا دُکھ کبھی ہو سکتا ہے اور اپنی کم مائگی کا نوحہ بھی۔ دل جو آرزوؤں کا محور اور مرکز ہے نہ جانے کیسی کیسی خواہشیں پال رہا ہے۔ لیکن غم دوراں کے مسائل بہر حال شاعر کو سنتے ہیں۔ اِسی طرح "سوادِ شہر کے کھنڈر گئے دِنوں کی خوشبوؤں سے بھر گئے" میں بھی ہمیں ایک مٹتی تہذیب، ایک شہر جو کبھی آباد تھا اب نہیں کے حوالے سے کئی سوالوں، کئی شکوک و شبہات کی وادیوں میں دھکیل کر یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ وقت کی رفتار نقش کہیں کو مٹانے پر تُلی ہے۔

منیر نیازی کی نظموں کا جہاں مجموعی ماحول اور تاثر ایک اُداس اور ویران منظر کی تصویر کشی ہے۔ وہاں اکثر اِس ماحول سے خوف، دہشت اور قنوطنی سوچ بھی بڑھنے لگتی ہے ذرا اُن کی نظم "خزاں" کو دیکھئے جس میں ماحولیاتی تناظر کا بھی بہت سارا مواد موجود ہے۔

ہوا کی آواز

خشک پتوں کی سرسراہٹ سے بھر گئی
روشن روشن پر فتادہ پھولوں نے
لاکھوں نوحے جگا دیے ہیں
سلیٹی شامیں، بلند پیڑوں پر غُل مچاتے
سیاہ کوؤں کے قافلوں سے آتی ہوئی باتیں
ہر ایک جانب خزاں کی آواز گونجتی ہے
ہر ایک بستی کشاکشیں مرگ وزندگی سے نڈھال ہو کر
مجھ کو خزاں کے بے مہر، تلخ احساس سے بچاؤ

نظم کے مجموعی ماحول میں ذرا ماحولیاتی قدرتی اور فطرتی عناصر کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ کہ خشک پتوں نے ہوا کو آواز بخش دی۔ ہوا اور پتوں کا ماحول سے جو گہرا تعلق ہے۔ یہ لائن اس تعلق کی پر اسراریت پر دلیل دیتی ہے جہاں سبز پتوں سے ہوا اٹھکیلیاں کرتی ملتی ہے وہاں خشک پتوں کو روندتی بھی چلی جاتی ہے۔ اِسی طرح پہول جو خوشی اور پہاڑ کا استعارہ بیش وہاں بقولِ شاعر انہوں نے "لاکھوں نوحے جگا دیے ہیں"۔ اِسی طرح شاعر مجموعی ماحول سے مایوس ہو کر یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

"ہر ایک بستی کشاکش مرگ وزندگی سے نڈھال ہو کر
مسافروں کو پکارتی ہے۔ کہ آؤ
مجھ کو خزاں کے بے مہر، تلخ احساس سے بچاؤ"۔

شاعر نے پہلے بستیوں میں سیاہ کوؤں کی آمد کا ذکر کیا پھر بستیوں کو مرگ وزندگی سے نڈھال کر دینے والے مناظر سامنے آتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ آباد بستیاں ویران ہو کر خزاں کی نظر ہونے لگے ہیں۔

اِسی طرح منیر نیازی کی نظم، حقیقت، اس بات پر زور دیتی ہے کہ قدرتی عوامل رہنے والے ہیں اور ان عوام سے وابستہ اکائیاں جن میں شاعر خود بھی ہے اس میں نہ صرف بڑی واضح تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں بلکہ وہ خود بھی قصہ پارینہ بن جاتا ہے۔

نہ تو حقیقت ہے اور نہ میں ہوں
نہ تیری مری وفا کے قصے
نہ برکھارُت کی سیاہ راتوں میں
راستہ بھول کر بھٹکتی ہوئی سجل ناریوں کی جھرمٹ
نہ اُجڑے نگروں میں خاک اُڑاتے

فسردہ دل پر بموں کے نوحے
اگر حقیقت ہے کچھ تو یہ اک ہوا کا جھونکا
جو ابتدا سے سفر میں ہے
اور جو انتہا تک سفر کرے گا۔(تیز ہوا تنہا پھول)

اِس نظم کا مرکزی خیال بڑی حد تک William Black کی نظم Wild Swans at coole سے ملتا ہے جہاں شاعر کونجوں کو قدرت کی علامات سمجھ کر مہینہ رہنے کی صفت بخشتا ہے اور خود کو ایک فانی رُوپ گردانتا ہے۔

اِسی طرح منیر نیازی کا یہ شعر کہ:

تھی وطن میں منتظر جس کی کوئی چشم حسین
وہ مسافر جانے کس صحرا میں جل کر مر گیا(تیز ہوا تنہا پھول)

ڈاکٹر گلشن طارق لکھتے ہیں:

"یہ شہر جو اجڑ چکا ہے۔ جس کی بہاریں ختم ہو چکی ہیں۔ تم اس وجہ سے پریشان مت ہو اگر یہاں آج خزاں کا راج ہے تو کوئی بات نہیں خزاں کے بعد بہار بھی آئے گی، حالات بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ اگر آج یہاں کانٹوں کا راج ہے تو کل کو یہاں پھول بھی کھلیں گے"۔(4)

ماحولیاتی تناظر سے متعلقہ تصورات کی توثیق کرتا ہے کہ غمِ دوراں میں بسا ہوا مسافر دیارِ غیر میں ھی دَم توڑ دیتا ہے۔ جبکہ اُس کی آمد کی منتظر نگاہیں رشتوں پر جمی ہیں۔ ماحولیاتی تنقید نگاروں نے ماحولیاتی عناصر کے دائرہ کار کے تعین میں اُن اشیا کا بھی ذکر کیا ہے جس کا تعلق فطری دُنیا سے نہیں ہوتا جیسے روزگار روزی رزق ذرائع پیداوار۔ اِس تناظر میں منیر نیازی کا یہ شعر ماحولیاتی عناصر کی نمائندگی کرتا ہے۔

جب سفر سے لوٹ کر آئے تو کتنا دُکھ ہوا
اُس پرانے نام پر وہ صورتِ زیبا نہ تھی(تیز ہوا تنہا پھول)

شاعر اپنے اِرد گرد کے ماحول میں وہ مانوس میرے ڈھونڈ نہیں پاتا جنھیں چھوڑ کر وہ لمبے سفر پر نکلا تھا۔ اُس کے چاہے جانے والے لوگ اب اُسے میسر نہیں گویا اُس نے وہ محبت کرنے والے لوگ کہیں گم کر دیے۔

منیر نیازی کی نظم "فریب" غم دوراں کی ایک کہانی لگتی ہے۔

شام ہونے کو ہے

شام ہوتے ہی دُکھ سے بھری اک صدا
جنگلوں سے گزرتی ہوئی آئے گی
دشتِ غربت کی ٹھنڈی ہوا
اپنے پیاروں سے دُور
اجنبی راستوں پر بھٹکتے دلوں کو سلا جائے گی۔ (جنگل میں دھنک)

روزی، رزق کی غیر مساویانہ تقسیم پر شاعر پسے ہوئے طبقہ کا نوحہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ جو دیارِ غیر میں بھٹکتے پھرتے ہیں کہ اُنہیں مناسب ذریعہ معاش مل سکے اُنہیں پرائے دیس میں پل بھر چین میسر نہیں۔

شام ہے گہری تیز ہوا ہے، سر پہ کھڑی ہے رات
رستہ گئے مسافر کا اب دِیا جلا کر دیکھ

اس شعر کا منظر نامہ اُداس کر دینے والا ہے اور دوسرا کسی کے بچھڑ جانے کا دُکھ اور الوداعی لمحات یہ ایسے ماحول کا شعر ہے جس کو ترتیب دینا منیر نیازی ہی کا خاصا ہے۔

ہوا تھی گہری گھٹا تھی حنا کی خوشبو تھی
یہ ایک رات کا قصہ لہو رُلا بھی گیا (جنگل میں دھنک)

شاعر نے عجیب رنگ میں قدرتی اور فطرتی منظر کو لفظوں سے اُداس رنگوں سے بھر دیا۔ کیسا ماحول ہو گا جس میں گلیاں ویران ہیں لیکن اک چیل ممٹی پر بیٹھی ہے ذرا غور فرمائیں چیل ویران گلیوں کے گھروں کی چھتوں پر بیٹھی ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ شاید ویران گلیوں میں اُسے اُس کی پسند کی خوراک مل جائے۔ سوچنے کی بات ہے گلیاں اُجڑی اور ویران کیوں ہیں اور چیل کو پاسبان کیوں کہا گیا ہے؟

اس کے گرد بھی پانی زمین کی تہ میں بھی
یہ شہر جم کے کھڑا ہے جو تیرتا ہی نہ ہو (ماہِ منیر)

پانی ہمارے ماحول کا لازمی جزو ہے۔ اس پانی پر ہی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے ہمیں اپنا اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔

؎ چار عجیب چیزیں ہیں، بحر و بر، ملک اور کہسار
دل دہل جاتا ہے ان خالی جگہوں کے سامنے
؎ بن میں سرگوشی ہوئی آثارِ ابر و باد سے
بندِ غم سے جیسے اک اشجار کا لشکر کھلا
؎ سبزہ نورستہ کی خوشبو تھی ساحل پر منیرؔ (ماہِ منیر)

ماحول کو خوشگوار بنانے میں اشجار، ہوا، بادل، بارش بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ تمام عناصر منیر نیازی کی شاعری کے بنیادی کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ دیکھیں ذرا ماحول میں کیسا بھونچال آجاتا ہو گا جب ابر سرگوشی کرتے ہوں گے۔ اِسی طرح "سبزہ نورستہ" کی خوشبو ساحل کو مہکا کر گردوپیش کو مہکاتی ہے۔

منیر نیازی کی نظم کی نظم میں خوف، وحشت، دہشت اور ویرانی کا ماحول چھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ "گانے والے پنچھی کی ھجرت" میں منیر نیازی نے ایسی ہی فضا میں پرندوں کو ہجرت کرتے دیکھا۔

ہری شاخ کانپ رہی ہے
تھوڑی دیر پہلے
یہاں ایک عجیب رنگ کا پنچھی بیٹھا گا رہا تھا
کسی نے اُسے اُڑا دیا اور وہ اُڑ گیا
ہری شاخ اُس کے اُڑنے کے بوجھ سے کانپی تھی
کچھ دیر اسی طرح کانپتی رہے گی۔
(چھ رنگین دروازے)

گھر بنانے کی خواہش انسان کی جبلی خواہش ہے اور اس خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شاعر اپنے گھر اور اِس کے اطراف کے ماحول کو کیسا دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ منیر نیازی کی نظم "گھر بنانا چاہتا ہوں" سے یوں یہاں ہے۔

گھر بنانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں
دامنِ کہسار میں یا ساحل دریا کے پاس
اونچی اونچی چوٹیوں پر سرحدِ صحرا کے پاس
مستقل آبادیوں میں وسعت تنہا کے پاس
روزِ روشن کے کنارے یا شبِ یلدا کے پاس
اس پریشانی میں میرا راہبر کوئی نہیں
خواہش ھی خواہش ہیں اور ہنر کوئی نہیں
گھر بنانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں (چھ رنگین دروازے)

اِسی طرح اپنے دور، اپنے زمانے اور حالات کی عکاسی کرتے ہوئے ماحول کو یوں بیان کرتا ہے شاعر کہ جیسے وہ اپنے دور کا نوحہ لکھ رہا ہو۔

؎ دیکھے ہوئے سے لگتے ہیں رستے، مکاں مکیں

جس شہر میں بھٹک کے جدھر جائے آدمی

شاعر کے یک رنگی سے تنگ آکر نئے کون و مکاں، نئے ماحول کی خواہش کو ہوا دینے لگتا ہے۔ اور منیر نیازی اپنے مخصوص انداز میں اِرد گرد سے بغاوت کا علم بلند کرتے ہیں۔

ساعتِ ھجراں ہے اب کیسے جہانوں میں رہوں
کن علاقوں میں بسوں میں کن مقانوں میں رہوں
وصل کی شام میسر اس سے پرے آبادیاں
خواب دائم ہے یہی میں جن زمانوں میں رہوں (آغازِ زمتاں میں دوبارہ)

منیر نیازی کی شاعری کا ایک خاص ماحول، اور ایک مجموعی اُداس کر دینے والا تاثر قاری کو اپنی گرفت میں لئے رکھتا ہے۔ شاعر اِس بات کا قائل ہے کہ میروں خواہ کیسا ھی کیوں نہ ہو آدمی اپنے ساتھ اپناماحول اور مزاج لئے پھرتا ہے۔

کوکتی تھی ہنیری چاروں دشاؤں میں منیر
پر نگر میں اِس صدا کاراز داں کوئی نہ تھا (چھ رنگین دروازے)

شاعر جن دور کے عذاب جھیل کے یہاں تک پہنچا ہے اُنہیں یاد کر کے نیا خواب نگر بسانا اُس کے لیے محال ہے اور وہ اس ماحول سے اِترا کر گزر جانا چاہتا ہے۔

کوک ہے یہ کوئل کی یا پکار زریوں سے
انت کی اداسی کی رونقوں کی حسرت میں (چھ رنگین دروازے)

منیر نیازی کی نظم "لاہور ٹاؤن شپ پر نظم" ایک شہر کے بدلتے مناظر کی بہترین عکاسی ہے کہ شہر کیسے پھیل رہے ہیں اور آبادی کا رُخ شہروں کی طرف بڑھ رہا ہے ماحول بدل رہا ہے۔ آبادی کے پھیلاؤ کے باعث درخت کٹ رہے ہیں اور آبادیاں بَس رہی ہیں۔

جس شہر میں رہا میں برسوں کی زِندگی
کاٹی حیات جس میں شرمندہ خامشی میں
اس شہر کی حدوں پر میں گھر بنا رہا ہوں
ماہِ منیر جس پر شپ گیر ہو رہا ہے
اک شہر ساتھ میرے تعمیر ہو رہا ہے
میرے مکاں سے آگے میدان نہیں بس پر
آبادیاں کہیں پر، خالی زمیں نہیں پر
ایک بڑھ پینٹر جو اب کچھ پیر ہو رہا ہے
جگمگ دکاں سے ملتے سنسان راستے پر

اک لالٹین والے تنور کے سرے پر
اک مرد اور عورت اک سوچ میں کھڑے ہیں
وحشی غزال جیسے زنجیر ہو رہا ہے (ساعت سیار)

وقت کے بے رحم بھیڑوں نے کیسے کیسے نقش مٹا دیے۔ آج جنہیں ہم کھنڈرات کہتے ہیں وہ بڑی محنت اور محبت سے تعمیر کئے گئے شاہکار تھے۔ وقت اور بدلتے ماحول نے اُن سب کو خاک کر دیا۔ منیر نیازی کی شاعری میں اِس طرح کے ماحولیاتی عناصر جابجا ملتے ہیں جو ہم ہاتھوں سے پکڑ کر اُن وادیوں میں لے جاتے ہیں جہاں تنہا شاعر اپنے دور کے مٹتے شاہکاروں کو کلیجے سے لگائے بیٹھا ہے۔

اِسی ضمن میں منیر نیازی کا یہ شعر آنے والے زمانوں اور بدلتے ماحول کے تناظر کی تصویر کشی ہے۔

؎ منیر افکار تیرے جو یہاں برباد پھرتے ہیں
کسی آتے سمے کے شہر کی بنیاد بھی ہوں گے (ساعتِ سیار)

؎ حیرت میں ہوں منیرؔ میں شہر خیال دیکھ کر
گلیوں میں گھر نئے نئے اُن میں بشر نئے نئے (ساعتِ سیار)

ماحول ہی اگر فرسودہ ہو تو اِس سے نئے اور اچھوتے خیال کیسے جنم لے سکتے ہیں۔

؎ دھرتی ہی جب شور زدہ تھی
پیڑ ہرے کیوں ہوتے
سوچیں تھیں جب بہت پرانی
حرف نئے کیوں ہوتے
(ساعتِ سیّار)

منیر نیازی کے یہ اشعار گلوبل وارمنگ کا مکمل سلیبس ہے۔ درختوں کا کٹنا اور جنگل کا گھٹنا دورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ماحول کو درپیش سارے خطرات کی وجہ درختوں کا کٹنا ہے۔ نئے درخت نہ اُگائے جانا ہے اور جنگلات کا معدوم ہو جانا ہے۔ جس کی وجہ سے ہوا، سائے اور تازہ سانس کی دستیابی ایک کارِ دستوار بن کر رہ گئی ہے۔ ماحول میں گرمی بڑھنے کی وجہ سے پہاڑوں کی برف تیزی سے پگھل رہی ہے۔ اگر ہم اپنی آنے والی نسلوں کو ایک محفوظ اور بھرپور زندگی کا ماحول دے کر جانا چاہتے ہیں تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ ہم پودے لگائیں اور جنگلوں کو کٹنے سے بچائیں۔ منیر نیازی کی شاعری کا مطالعہ ماحولیاتی عناصر کے حوالے سے ہمیں اس نتیجے پر لاتا ہے کہ اُن کی شاعری میں جہاں ماحولیاتی اور فطرتی عناصر جابجا ملتے

ہیں وہاں اُن کی شاعری میں تنہائی، دہشت، وحشت کا اُجڑن، درختوں کا کٹنا اور زمین کا شور زدہ ہونا، ایک المیے کی صورت سامنے آتا ہے۔

جفائیں دُور تک جاتی ہیں کم آباد شہروں میں
وفائیں دُور تک جاتی ہیں کم آباد شہروں میں
بہاریں دیر تک رہتی ہیں کم آباد قریوں میں
خزائیں دور تک جاتی ہیں کم آباد شہروں میں
صدا ہنسنے کی ہو افسوس کی یا آہ بھرنے کی
صدائیں دور تک جاتی ہیں کم آباد شہروں میں
(پہلی بات ہی آخری تھی)

فاطمہ حسن رقم طراز ہے:

"منیر نیازی کی شاعری میں واضح طور پر دو جہتیں ملتی ہیں۔ ایک جہت معنویت کی اور دوسری فضا کی۔ آج جب بہت اہم ناقدین معنویت پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور زبان و لفظ کے رشتے کو باریک بینی سے دیکھ رہے ہیں، منیر نیازی کی شاعری کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ ان کے کلام میں الفاظ معنی سے زیادہ علامتوں سے قریبی شکل استعمال ہوتے ہیں"۔(۵)

غرض منیر نیازی کی شاعری جدید تنقیدی نظریہ ماحولیاتی تنقید کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الیاس بابر اعوان، بنیادی تنقیدی تصورات، لاہور:عکس پبلی کیشن، ۲۰۱۸، ص۲۶۷

۲۔ احمد ندیم قاسمی، منیر منور کی شاعری، مشمولہ مضمون، بیاد منیر نیازی، سہ ماہی ادبیات، شمارہ ۸۴، ۸۳اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹، اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان، ص۱۵

۳۔ ڈاکٹر گلشن طارق، منیر نیازی، مقطعوں کی روشنی میں، مشمولہ مضمون، مجلہ دریافت، شمارہ۲۱، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، جنوری تا جون ۲۰۱۹، ص۵۶

۴۔ ایضاً، ص ۵۳

۵۔ فاطمہ حسن، سفید دن کی ہوا، مشمولہ، دیباچہ، ایک اور دریا کا سامنا (کلیات)، منیر نیازی، لاہور: دوست پبلی کیشن، ۲۰۰۰ء، ص ۴۳۷